السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی رحمت بڑی وسیع ہے اور شفاعت بھی لازمی امر ہے اور بالآخر اللہ تعالی اپنے رحم وکرم کے ساتھ جنت کو بھر کر جہنم کو خالی فرمادے گا اور جہنم کو بند کر دیا جائے گا نیز قیامت کے دن شرابی اورزانی وغیرہ کی شفاعت بھی ہوگی کیا یہ درست ہے ؟

---

# الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جہنم کے متعلق سلف وخلف کا اختلاف ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی یا بالآخر ختم ہوجائے گی یعنی بہت طویل عرصہ کے بعد بالآخر بند کردی جائے گی اور پھر سب کے سب جنت میں چلے جائیں گے لیکن کتاب وسنت کے نصوص سے اس بندہ حقیر راقم الحروف کو یہی بات اوران علماء کا موقف صحیح نظر آتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جہنم بھی ہمیشہ رہے گی ویسے اللہ تعالی مالک ہے اگر کافر کو بھی معاف کردے تو ہمیں پوچھنے کا کوئی حق نہیں وہ مالک العلام ہے اور حکیم وحلیم ہے اس کا کوئی بھی حکم حکمتوں سے خالی نہیں ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ اس کے کسی کام پر صرف کوئی سوال ہی کریں مگر احادیث وآیات یہی بتاتی ہیں کہ کافرلوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے یعنی ان کا خروج کبھی نہیں ہوگا۔ باقی سورہ ہود کی اس آیت سے جواستدلال کرتے ہیں یعنی :

فَأَمَّا الَّذينَ شَقوا فَفِى النّارِ لَهُم فيها زَفيرٌ وَشَهيقٌ ١٠٦ خـٰلِدينَ فيها ما دامَتِ السَّمـٰو‌ٰتُ وَالأَرضُ إِلّا ما شاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعّالٌ لِما يُريدُ ١٠٧ (ھود:١٠٦'١٠٧)

یعنی جہنمیوں کا جہنم میں رہنا آسمانوں اورزمینوں کے باقی رہنے تک بیان کیا گیا ہے توجب آسمان وزمین فانی ہیں لہذا جہنم بھی فانی ہے یعنی ان کے بقول جتنا وقت آسمان وزمین اس میں رہے ہوں گے اتنا وقت وہ جہنمی جہنم میں رہیں گے پھر اس طویل عرصہ کے بعد جہنم بھی ختم ہوجائے گی اور جہنمی اس سے نکل جائیں گے لیکن یہ استدلال اس لیے درست نہیں کہ ان آسمانوں اورزمینوں سے مراد آخرت والے آسمان وزمینیں ہیں نہ کہ اس دنیا والے کیونکہ سورہ ابراہیم میں اللہ کا فرمان ہے کہ :

يَومَ تُبَدَّلُ الأَرضُ غَيرَ الأَرضِ وَالسَّمـٰو‌ٰتُ (ابراھیم:٤٨)

''یعنی قیامت کے دن آسمان اورزمینیں دوسری شکل وصورت اختیار کریں گے ۔''

ظاہر ہے کہ آسمان اورزمین نہ دنیا کے ہیں اورنہ ہی آخرت کے کیونکہ آخرت والے آسمان اورزمینیں باقی رہیں گے تب تک وہ جہنم میں رہیں گے اس کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہوا کہ نہ ہی آخرت والے زمین وآسمان فنا ہوں گے اورنہ ہی جہنمی جہنم سے نکلیں گے لہذا اس آیت میں جہنم کے فنا ہونے کی کوئی بھی دلیل نہیں باقی ''الا ماشاء ربک'' کے الفاظ تو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے آئے ہیں کہ کوئی نا سمجھ یہ نا سمجھے کہ آخرت کی اشیاء کو بقاء اس لیے حاصل ہے کہ ان کے فنا پر اللہ تعالی کو قدرت حاصل نہیں تو اللہ تعالی نے یہ غلط فہمی اس طرح دور فرمائی کہ آخرت کے عالم اوراس میں جو کچھ ہے اسے بقاء اس لیے حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے اس طرح چاہا ہے ورنہ اگر اللہ تعالی چاہتا تو آخرت کے عالم کو بھی فنا کردیتا یعنی اس میں غیر محدود قدرت کا اظہار ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ یہی اہل جنت کے لیے بھی وارد ہوئے ہیں ۔ یعنی

وَأَمَّا الَّذينَ سُعِدوا فَفِى الجَنَّةِ خـٰلِدينَ فيها ما دامَتِ السَّمـٰو‌ٰتُ وَالأَرضُ إِلّا ما شاءَ رَبُّكَ عَطاءً غَيرَ مَجذوذٍ (ھود:١٠٨)

یعنی جہنم خواہ جنت کا بقاء اللہ تعالی کی مشیت پر منحصر ہے اگرچاہے توان کو بھی فنا کرسکتا ہے مگر فنا نہ ہوں کیونکہ دوسرے مقامات پر رب تعالی نے اپنی اٹل مشیت بیان فرمادی ہے کہ وہ فنا نہ ہوں گے اورجنتی خواہ جہنمی ان میں ہمیشہ رہیں گے اسی طرح سورۃ انعام میں بھی یہ الفاظ ہیں :

قالَ النّارُ مَثوىٰكُم خـٰلِدينَ فيها إِلّا ما شاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكيمٌ عَليمٌ (الانعام:١٢٨)

اس کے متعلق بھی وہی گزارش کی جاسکتی ہے ۔ بہرحال جہنم کی فناء پر کوئی قاطع دلیل نہیں بلکہ خلودودوام کی طرف مشیر دلائل موجود ہیں اگر ان پر کوئی قناعت نہیں کرتا توزیادہ سے زیادہ اس کے متعلق توقف کرے یہ سمجھے کہ جیسا اللہ تعالی نے چاہا ویسے ہی ہوگا ہمیں کیا مجال کہ اس کی مرضی میں دخل اندازی کریں ۔ باقی اس یقین کے لیے کوئی ٹھوس دلیل نہیں کہ یقینا جہنم فنا ہوگی باقی شفاعت کے لازمی امر ہونے کا مطلب اگر یہ ہے کہ آخرت میں شفاعت واقع ہوگی تو یہ بات درست ہے مگر اللہ تعالی کی اجازت سے :

مَن ذَا الَّذى يَشفَعُ عِندَهُ إِلّا بِإِذنِهِ (البقرة:٢٥٥)

اوروہ بھی ان کے لیے جوکافرومشرک نہیں ہیں مشرکین اورکفار کے لیے کوئی شفارش نہیں کرے گا اوراگر شفاعت کے لازمی امر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے اوپر یہ کام لازمی ہے کہ جو بھی شفاعت کرے اللہ تعالی اسے ردنہ

کرسکے تو یہ معنی قطعا غلط ہے رب تعالی کے اوپر کوئی بھی زور یا جبر نہیں کرسکتا وہ خود صاحب اختیار ہے بندوں کو کیا مجال ہے کہ اس سے انسانوں کی طرح زبردستی کرسکیں اس طرح کی بات قطعا غلط ہے باقی رہا یہ مسئلہ کہ جہنم سے زانی، شرابی اور بے نمازی نکلیں گے یا نہیں ان کی شفاعت ہوگی یا نہیں یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے یہاں پر اللہ تعالی کی توفیق سے اپنی سمجھ کے مطابق اس پر کچھ روشنی ڈالتا ہوں ۔ پھر اگر وہ صواب ہوئی تو یہ اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے ورنہ اگر کوئی خطا واقع ہوئی تو ''فمنی ومن نفسی'' معلوم ہونا چاہیے کہ زانی وشرابی کے متعلق مختلف احادیث مروی ہیں اور ہیں بھی وہ سب کی سب صحیح کچھ میں یہ بیان ہوا ہے :

((ولایزنی الزانی حین یزنی وہو مومن ولایشرب الخمر حین یشرب وہو مومن )) صحیح بخاری : کتاب المظالم 'باب النہی بغیر اذن صاحب 'رقم الحدیث '٢٤٧٥.

نیز دیگر احادیث میں ہے کہ آخری نجات پانے والا شخص موحد ہوگا اور یہ صراحت بیان ہوئی ہے کہ وہ بالآخر جنت میں داخل ہوگا :

((وان زنی وان سرق ))

یعنی اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کے تین مرتبہ پوچھنے پر کہ ''وان زنی وان سرق ''آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ جواب دیا ''وان زنی وان سرق ''ایسی مختلف فیہ احادیث کے متعلق محدثین رحمہم اللہ کا یہ اصول ہے کہ اگر ان دونوں احادیث میں جمع وتطبیق ممکن ہو تو ان دونوں میں جمع وتطبیق پش کی جائے گی۔ لہذا ان دونوں قسم کی احادیث میں جمع اس طرح کی جائے گی'' اس تطبیق کی مئوید دیگر احادیث بھی ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ '' کہ جن احادیث میں یہ بیان ہے کہ زانی اور شرابی یا چور مومن نہیں، ان کا مطلب ہے کہ کامل مومن نہیں اور جن میں ان کی نجات کا ذکر ہے اور جنتی ہونے کا بیان ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء اللہ تعالی نے انہیں معاف نہ فرمایا تو بالآخر گناہوں کی سزا پاکر بعد میں جہنم سے نکلیں گے اور جنت میں داخل ہوجائیں گے جیسا کہ کئی صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے کہ کچھ کو اللہ تعالی ویسے ہی معاف فرمادے گا (گناہوں کی سزا پانے کے بغیر ہی) تو کچھ کو سزا بھی ملے گی اس کے بعد کچھ شفاعت کے ساتھ اور کچھ

ویسے ہی سزا پانے کے بعد پھر اللہ تعالی کے فضل وکرم سے جہنم سے نکلیں گے۔

علاوہ ازیں اس مطلب کی صحیح حدیث مئوید ہے جو سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے شرک نہ کرنے زنا نہ کرنے چوری نہ کرنے وغیرہ وغیرہ پر بیعت کرو، پھر اگر جو شخص اپنی بیعت پر قائم رہا اس کا اجر اللہ تعالی کے سپرد ہے لیکن اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا یعنی ایسا کام کیا کہ حد کو پہنچ گیا (مثلا چوری، زنا) پھر اس کے متعلق دنیا میں معلوم ہوجانے پر اس پر حد جاری ہوگئی تو وہ گناہ اس سے اتر گیا یعنی حد اس کے لیے کفارہ بن گئی۔ (اس سے ظاہر ہے کہ چور یا زانی سے ایمان نہیں ہے بلکہ گنہگار ہے کیونکہ حد تو مسلمان پر ہی نافذ ہوتی ہے اور اس کے لیے ہی کفارہ بن سکتی ہے نہ کہ کافر کے لیے اور اس سے بھی زیادہ صریح اس حدیث کا اگلا حصہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اور اگر وہ گناہ اس سے سرزد ہوگئے مگر اللہ تعالی نے اسے چھپایا یعنی اس پر حد نافذ نہ ہوئی تو پھر وہ معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے اگر چاہے تو اسے معاف کردے اور چاہے تو اسے سزا دے۔ اس سے واضح ہوا کہ زانی یا چور بے ایمان نہیں ہے کیونکہ بے ایمان (کافر) کی مغفرت ہی پیدا نہیں ہوتا حالانکہ یہ صحیح حدیث بتاتی ہے کہ اس کی مغفرت اللہ تعالی مشیت مبارک پر منحصر ہے ،یعنی اگر چاہے اسے معاف کردے اگر چاہے اسے سزا دے اور حدیث کا سیاق وسباق خود اس بات پر دال ہے کہ وہ سزا پاکر مغفرت سے مشرف ہوگا کیونکہ وہ صرف ایک گناہ ہے۔ بہرحال اس میں شک نہیں ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہیں جن کا مرتکب جہنم کا بھی مستحق ہے۔ بہرحال گناہ ہی کفر یا بے ایمانی نہیں'' ہاں جو شخص ان گناہوں کو حلال سمجھے تو وہ بلاشک کافر ہے۔ ''اور بیشمار احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ جن گناہوں کی وجہ کوئی شخص جہنم میں داخل ہوگا وہ بالآخر سزا پاکر پھر اس سے شفاعت کی وجہ سے یا پھر اللہ تعالی کے فضل وکرم سے باہر نکل آئے گا اور امت اہل سنت کا ''خوارج اور معتزلہ'' کے علاوہ اس پر اجماع ہے کہ کبیرہ کا مرتکب ایسا کافر نہیں کہ اس کا جہنم سے نکلنا نہ ہوسکے اگرچہ کچھ مقامات پر ایسے گناہوں پر کفر کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے لیکن اس سے محدثین رحمہم اللہ مثلا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کفر دون کفر مراد لیتے ہیں نہ کہ وہ کفر جو ایمان کے مدمقابل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں کفر کا اطلاق احسان فراموشی پر کیا گیا ہے ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم جہنم میں زیادہ تعداد میں جاوگی انہوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ''تکفرن ''تم کفر کرتی ہوانہوں نے پھر دریافت کیا کہ کیا ہم اللہ سے کفر کرتی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں یعنی اپنے شوہروں کی احسان فراموشی کرتی ہو۔ اب دیکھیں اس مقام پر آپ نے مطلق کفر کا لفظ ارشاد فرمایا لیکن پھر پوچھنے کے بعد فرمایا کہ اس سے مراد کفر اللہ تعالی کے ساتھ نہیں ہ ے اسی طرح بھگوڑے غلام پر بھی کافر کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے۔ (صحیح مسلم)

حالانکہ غلام کا بھاگ جانا گناہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اللہ تعالی کے ساتھ کفر تو نہیں اسی طرح صحیح حدیث میں وارد ہواہ ے کہ :

((سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر ))

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال (لڑنا) کفر ہے۔''

حالانکہ قرآن حکیم نے مسلمانوں میں سے دو جماعتوں کو مومن کے لفظ سے ملقب کیا ہے :

وَاِن طَآئِفَتَانِ مِن لمُؤمِنِینَ قتَتَلُوا فَاَصلِحُوا بَینَہُمَا (الحجرات :٩)

یعنی قتال کی وجہ سے مومن سے ایمان خارج نہیں ہوجاتا تو پھر آپ ﷺ کے فرمان ''مومن سے قتال کفر ہے۔ ''کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ کام کفریہ ہے یا کفر دون کفر ہے جس طرح اعمال صالحہ ایمان کے حصے ہیں مگر بعض اعمال کی اہمیت بتانے کے لیے ان پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے یا مثلا سورۃ الفاتحہ کی اہمیت کی خاطر حدیث شریف میں اسے صلاۃ کہا گیا ہے حالانکہ صرف سورۃ الفاتحہ ہی تو نماز نہیں بلکہ اس کے علاوہ، قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ اس کے ارکان ہیں اسی طرح گناہ بھی کفر کے اجزاء ہیں لہذا ان کے اوپر بسا اوقات کفر کا اطلاق ہوتا ہے تو پھر صرف اسی ایک جگہ پر وارد لفظ کفر کو دیکھ کر اور دیگر تمام دلائل کو نظر انداز کردیا جائے یا دیگر جملہ احادیث صحیحہ کو ترک کرکے اس کے مرتکب کو کافر قرار دے دیا جائے بلکہ اسے کافر کہنا خطرناک ہے کیونکہ یہ بھی تو آپ ﷺ کا ہی ارشاد ہے کہ :

((ایما امریء قال لاخیہ یاکافر فقد باء بہا احدہما ان کان کما قال والا رجعت علیہ)) صحیح مسلم : کتاب الایمان 'باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر : رقم الحدیث :٢١٥.

''یعنی جو شخص اپنے بھائی کو کافر کے لقب سے پکارتا ہے تو پھر ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہوگا۔''

اس کی صورت اس طرح ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور دوسرا شخص اسے دیکھ کر کافر کہہ دیتا ہے یا ویسے ہی اسے کافر کہہ کر پکارا تو اب اگر واقعتاً وہ کفر کا مرتکب ہوا ہے تو وہی کافر رہے گا ورنہ کہنے والا کافر بن جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ((لاخیہ)) یعنی اپنے بھائی کو یہ لفظ بتاتا ہے کہ وہ جس کو کافر کے لقب سے پکار رہا ہے وہ مسلمان ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس حدیث میں جو کفر کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ اس لیے کہ اس کہنے والے نے اس کے متعلق کافر کا لفظ بولا ہے جیسے مسلمان سمجھ کر بھی کافر کہہ دیا تب کافر ہو گیا یعنی اس طرح کہنا بھی غلط ہے کیونکہ اس صورت میں آپ یہ نہ فرماتے کہ ''فقد باء بہا احدہما'' بلکہ اس طرح فرماتے کہ ''فقد باء بہا قائلہ'' مگر اس جگہ پر دونوں میں سے لاعلی التعیین کفر میں بتلا ہونے والا کہا گیا ہے وہ اس لیے کہ ایسی صورت ہو کہ جسے کافر کہا گیا ہے اس سے کوئی ایسا گناہ صادر ہو گیا ہو یا اس نے ایسا نمونہ اختیار کیا ہو کہ اسے دیکھ کر دوسرا شخص اس کو کافر کہہ دے پھر اس صورت میں اگر واقعتاً اس نے وہ گناہ سمجھ کر کیا یا العیاذ باللہ مرتد ہو گیا ہے تو کافر کا اطلاق کرنے والا چھوٹ جائے گا اور وہ ویسے کافر رہے گا مگر اگر معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی وہ گناہ کا مستعمل نہیں اور نہ ہی نعوذ باللہ مرتد ہوا ہے تو پھر قائل اپنا خیر طلب کرے، اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے

کہ مسلمان کو ایسی فتوی بازی میں سخت احتیاط برتنی چاہیے اور جلد بازی سے ہرگز ہرگز کام نہ لے کیونکہ معاملہ نہایت خطرناک ہے اگر ہم کسی شخص کو مسلمان جاننے میں غلطی کے مرتکب ہوئے اور ہم نے جلد بازی سے کام لیتے ہوئے اس پر کفر کی فتوی تھوپ دیا اور اس کے ساتھ کفار کا معاملہ اختیار کیا تو اس سے سخت خطرہ درپیش ہے اور وہ حکم الٹا ہمارے اوپر ''العیاذ باللہ'' آجائے گا۔

علاوہ ازیں خود قرآن میں سورہ نساء میں دو جگہوں پر تصریح وارد ہوئی ہے کہ شرک کے علاوہ دیگر تمام گناہ اللہ تعالی مشیت پر منحصر ہیں اگر چاہے معاف کردے :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (النساء : ۴۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں معاف کرے گا یہ کہ اس کے ساتھ شرک یا جائے اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کردے۔''

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ مغفرت یا عدم مغفرت آخرت سے متعلق ہے نہ کہ دنیا سے متعلق کیونکہ دنیا میں تو (یعنی زندگی میں) اگر ایک مشرک بھی توبہ تائب ہو کر اور صدق دل سے مسلمان ہو جائے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ مطلب کہ یہ آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ آخرت میں شرک کے علاوہ دیگر گناہ اللہ تعالی اگر معاف کرنا چاہیں تو معاف کرسکتے ہیں اور اس کی مؤید وہ حدیث بھی ہے جو ترمذی شریف میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن صحیح کا حکم لگایا ہے اس میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں :

((یا ابن آدم انک لو اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لا تشرک بی شیئا لاتیتک بقرابہا مغفرۃ))

اس حدیث میں تصریح ہے کہ یہ دیگر تمام گناہوں کی مغفرت (شرک کے علاوہ) والی بات آخرت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ مغفرت انہیں حاصل ہوگی جنہوں نے بالفعل دنیا میں توبہ نہیں کی ہوگی کیونکہ اگر انہوں نے دنیا میں صدق دل سے توبہ کی ہوگی تو ان کی مغفرت تو دنیا میں ہی ہوگئی کیونکہ یہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ جو بھی صدق دل سے توبہ کرے گا میں اسے معاف کردوں گا مگر جو اللہ تعالی کی مشیت پر منحصر گناہ ہوں گے اور وہ گناہ ہوں گے جن کی وہ توبہ نہ کرسکا ہوگا۔

خلاصہ کلام! جب سارے گناہ شرک کے علاوہ اللہ تعالی چاہے تو معاف کرسکتا ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان گناہوں کے مرتکبین کافر نہیں ہوئے تھے کیونکہ کافر کی مغفرت آخرت میں نہیں ہوگی، پھر جب وہ کافر ہی نہ رہا جہنم میں ''یعنی جب اللہ تعالی اسے اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں بھیج دے۔'' ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ مقدر سزا کے بعد بالآخر جہنم سے نکلے گا کیونکہ ابدی خلود کفار کے لیے ہے اگرچہ کتاب وسنت میں کچھ گنہگاروں کی سزا جہنم سے نکلنے کا ذکر بھی ہے اور یہ سب احادیث صحیح ہیں الغرض زانی اور شراب نوش وغیرہما اگر ابتداء اللہ تعالی کی مغفرت ان کے نصیب میں نہ آسکی تو بھی سزا پا کر بالآخر جہنم سے نکلیں گے باقی رہا بے نمازی تو اس کے متعلق امت میں بہت اختلاف ہے خود جماعت اہلحدیث کے اکابرین میں بھی اختلاف ہے کچھ مولانا حصاروی جیسے تو اسے کافر بے ایمان اور دوزخ میں ابدی خلود کا مستحق قرار دیتے ہیں اور کچھ بزرگ اسے ایسا کافر قرار نہیں دیتے بلکہ اس کے متعلق جو کفر کے الفاظ کا اطلاق ہوا ہے ان سے کفر دون کفر مراد لیتے ہیں۔ اس راقم الحروف بندہ عیب دار گنہگار کے ذہن میں ان دونوں صورتوں کے علاوہ ایک اور صورت آئی ہے۔

بہر حال یہاں پر میں وہ تفصیل کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں بغور ملاحظہ فرمائیں!

اگر صحیح نظر آئے تو فبہا ورنہ جو بات زیادہ صحیح ودرست ہو اسے اختیار کیجئے۔ ''اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ''

پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کرنی چاہیے کہ کچھ باتوں میں شریعت مطہرہ دنیا و آخرت کے معاملات میں فرق کیا ہے۔ مثلاً کوئی شخص ہے جو اگرچہ مومن ہے مگر کفار اسے زبردستی باندھ کر مسلمانوں کے مقابلہ میں لے کر آئے ہیں (یعنی مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ جاری ہو اور کفار نے ایک مسلمان کو زبردستی لا کر مسلمانوں کے مقابلہ میں لا کھڑا کر دیا۔) تو اس صورت میں وہ جبرا لایا ہوا مسلمان عند اللہ اگرچہ مسلمان و مومن ہے مگر اس بات کا علم مسلمانوں (جنگ میں شریک) کو نہیں آخر اتفاقاً وہ مسلمان جو جبرا کفار کے ساتھ ہے مسلمانوں کی زد میں آجاتا ہے۔ اور اس مسلمان کے متعلق دیگر مسلمان اس کو جو بظاہر کافر معلوم ہو رہا ہے چوٹ لگا کر مار دیتے ہیں تو اس صورت میں مسلمانوں کے اوپر کوئی گناہ نہیں کیونکہ انہوں نے اس کو مسلمان نہیں بلکہ کافر سمجھ کر مارا ہے یعنی دنیا میں تو وہ اس حالت کی وجہ سے کافر سمجھا گیا اور اس کے اوپر کفار کے احکام جاری ہوگئے لیکن آخرت میں اس کا معاملہ بالکل برعکس ہے یعنی چونکہ اللہ تعالی کو یہ علم تھا کہ وہ مسلمان ہے مگر مجبور اظلم کی وجہ سے کفار کے ساتھ شامل ہو گیا ہے اس لیے رب کریم اس کا ایمان واسلام ضائع نہیں فرمائے گا۔

اور وہ جنت میں داخل ہوگا کیونکہ آخرت میں ہر کسی کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جس کا وہ ظاہرا وباطنا اور حقیقتا واقعتا مستحق ہے صرف ظاہر ہی پر فیصلہ نہ ہوگا اور چونکہ وہ مسلمان دنیا میں سچا و مخلص مومن تھا لیکن اس کا ایمان مجبورا اور ظلم کی وجہ سے ظاہر نہ ہوسکا لیکن اس کا ایمان اس مالک العلام ذات سے تو مخفی نہ تھا جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اور علیم بذات الصدور ہے بہر حال وہ مسلمان ظاہرا تو کفار کے ساتھ ہونے کی وجہ سے کافر سمجھا گیا اور اس پر انہی کے احکام لاگو ہوئے لیکن آخرت میں اس کی کیفیت ظاہر ہو جائے گی اور وہ اس سچے ایمان کی بدولت جنت میں داخل ہوگا۔

دوسری مثال حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں ایک لشکر کعبۃ اللہ شریف کو شہید کرنے کے لیے آئے گا پھر جب وہ قریب ہوں گے تو سارے کے سارے زمین میں دھنس جائیں گے تب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (جو اس حدیث کی راویہ ہیں) نے عرض کیا اے اللہ کے رسول سب کے سب کیونکر دھنس جائیں گے حالانکہ ان میں کچھ تو واقعتاً کعبۃ اللہ شریف کو شہید کرنے کی نیت سے آئے ہوں گے مگر کچھ

تو مجبوری کی وجہ سے یا کرایہ پر آئے ہوں گے یا راستے میں اتفاقاً مل گئے ہوں گے پھر سب کے ساتھ یہی معاملہ (زمین میں دھنس جانا) کس طرح ہوگا آپ ﷺ نے جواباً فرمایا فی الحال تو سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے مگر قیامت کے دن اللہ تعالی کسی کو اپنی نیت کے مطابق اٹھائے گا یعنی جس کی نیت بری ہوگی وہ وہاں بھی سزا پائے گا یعنی کفار کے ساتھ جا کر ملے گا باقی جن کی یہ نیت نہ ہوگی وہ بری نیت لے کر آئے ہی نہیں ہوں گے تو ان کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوگا بلکہ اخروی عذاب سے نجات پائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو احکامات کچھ معاملات میں انسانوں پر جاری ہوتے ہیں۔ آخرت میں ان معاملات کے احکامات دنیا سے بالکل مختلف ہوں گے کیونکہ وہاں تو فیصلہ صحیح اور اصل واقعہ کے مطابق ہوں گے اور دنیا میں صرف ظاہر پر ہی حکم لگایا جاتا ہے اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ جب کسی عذاب یا کسی معاملہ میں ایک پوری جماعت (دنیا میں) گرفتار ہوئی تو اس سے یہی اندازہ لگانا صحیح نہیں ہوگا کہ وہ عذاب میں مبتلا انسان سارے کے سارے مجرم تھے بلکہ ممکن ہے ان میں سے کچھ ان گناہوں کے مرتکب نہ ہوں اگرچہ ظاہراً یہی اندازہ لگایا جائے گا کہ وہ سب ایک ہی بات میں یعنی سب کے سب مجرم ہیں جیسا کہ کعبۃ اللہ شریف کو شہید کرنے والے جب غرق ہوئے تو دیکھنے والے یہی اندازہ لگائیں گے کہ وہ سب نیت بد سے آئے تھے سب کے سب بے ایمان تھے۔

حالانکہ ارشاد گرامی کے مطابق آخرت میں ان کے درمیان تفریق کی جائے گی کیونکہ آخرت میں اصل معاملہ اپنی اصلی اور صحیح صورت میں جا کر ظاہر ہوگا جو کہ دنیا میں اہل دنیا سے اوجھل تھا۔ اسی طرح منافقین کا معاملہ بھی یہی ہے یعنی مسلمان انہیں مسلمانوں والے کام کرتے دیکھ کر مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا سلوک اور اسی طرح کا معاملہ کرتے ہیں لیکن آخرت میں وہ منافقین مسلمانوں سے قطعی طور پر الگ ہو جائیں گے جس طرح سورۃ حدید میں ارشاد ہے:

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ١٣ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ (الحدید:١٣-١٤)

حالانکہ دنیا میں مسلمانوں نے انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ وہی مسلمانوں والا سلوک اختیار کیا خود سیدنا و امامنا محمد رسول اللہ ﷺ سے رب کریم نے فرمایا کہ:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (التوبہ:١٠١)

''اور تمہارے گردو پیش جو دیہاتی ہیں (ان میں) منافق ہیں اور مدینہ والوں میں سے بھی جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ انھیں نہیں جانتے ہم انھیں جانتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کچھ منافقین ایسے بھی تھے جو سب کام مسلمانوں جیسے کرتے تھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور دیگر کام بھی کرتے تھے اس لیے خود اللہ تعالی کے رسول اللہ ﷺ بھی انہیں پہچان نہ سکے صرف اللہ تعالی کو ہی ان کے نفاق کا علم تھا۔ اسی وجہ سے وہ دنیا میں مسلمان بنے رہے اور اہل دنیا نے ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کا ی انہیں رشتے دیے ان پر نماز جنازہ ادا کر، ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کیا گیا کہ لیکن آگے چل کروہ مسلمانوں سے بالکل الگ ہو جائیں گے اور اسی لیے مومنین سے کہیں گے کہ ہماری طرف دیکھیں تاکہ ہم تمہاری روشنی سے کچھ حصہ حاصل کریں اس طویل کلام کا مطلب یہ ہے کہ کچھ معاملات میں خصوصاً ایمانی اور قلبی حالات کے معاملات میں دنیا اور آخرت میں فرق کیا گیا ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک شخص کو ہم سچا مومن سمجھیں اور واقعتاً وہ سچا مومن ہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ آخرت میں چل کر اپنی چھپی ہوئی منافقت کی وجہ مومنین سے الگ کفار کے ساتھ جا کر مل جائے بلکہ ان سے بھی نچلے طبقے میں:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (النساء:١٤٥)

''بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور نہ کوئی آپ ان کا مددگار پائیں گے۔''

اور جسے ہم کافر سمجھیں اس کے متعلق یہ ضروری نہیں کہ وہ واقعتاً کافر ہو بلکہ ممکن ہے آخرت میں اس کا شمار مومنین کاملین میں ہو اور جنت میں اعلی درجہ پر فائز ہو جائے یہ سب اس لیے ہے کہ انسانوں کو صرف ظاہر پر چلنے کا مکلف بنایا گیا ہے ہم (یعنی انسان) صرف ظاہر پر فیصلہ کرنے اور اس کے مطابق احکام لاگو کرنے کے مجاز ہیں اندرونی معاملہ اس کا کیا ہے؟ اس کے متعلق ہمیں شریعت نے کسی بھی تکلیف کا پابند نہیں بنایا کیونکہ اس طرح کے معاملات ہم نہیں جان سکتے اور نہ ہی کوئی ایسا کوئی وسیلہ و ذریعہ یا آلہ ہمیں ملا ہوا ہے جس کے ذریعہ کسی کے اندرونی کیفیت معلوم کر سکیں اندر کا علم صرف اللہ تعالی ہی کو ہے یہ اللہ جل و علا کی ہی خصوصی صفت ہے جس میں اس کا کوئی بھی شریک و سہیم نہیں حتی کہ ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں، اس حقیقت کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب اصل مسئلہ کو لیا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ترک نماز نہایت کبیرہ گناہ ہے اور انسان کو جہنم کا مستحق بناتا ہے اور انسان اللہ کے نزدیک سخت مغضوب بن جاتا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کام (ترک نماز) پر صحیح احادیث میں کفر کا اطلاق ہوا ہے لیکن ان کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ (اور وہ احادیث سنداً و متناً بالکل صحیح ہیں) اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا کہ جاؤ اور جا کر جہنم سے ایسے لوگوں کو نکال لاؤ جن کے دل میں سے گندم کے دانے کے برابر ایمان ہو، جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر ایمان ہو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو اور کچھ دیگر احادیث میں یہ بھی ہے کہ آخر ایسے انسانوں کو بھی جہنم سے نکالنے کا حکم ہوگا جنھوں نے کبھی بھی نیک عمل نہیں کیا ہوگا صرف ایمان کا ذرہ ہوگا جس کی وجہ سے اسے جہنم سے نکالا جائے گا باقی وہی جا کر رہیں گے جنھیں کتاب اللہ نے (جہنم سے نکلنے سے) روکا ہوگا یعنی مشرکین و کفار باقی سب بالآخر نکالے جائیں گے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ترک نماز اگر واقعتاً کفر ہے جس کے لیے ابدی خلود فی جہنم ہے تو مذکورہ جہنمیوں کو کیونکر جہنم سے نکالا گیا؟ کیونکہ بے نمازی بھی قطعاً ان میں داخل ہیں اس لیے کہ نماز بھی ایک عمل ہے حالانکہ حدیث میں صراحتاً مذکور ہے جیسا کہ عرض کیا گیا کہ انہوں نے کوئی بھی نیک کام نہیں کیا ہوگا کیا نماز سے بڑھ کر بھی کوئی نیک عمل ہو سکتا ہے؟ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا ہوگا تو اس میں نماز بھی داخل تصور کی جائے گی۔ اسی طرح جن کے متعلق یہ کہا گیا کہ جہنم سے وہ بھی نکالے جائیں گے جن کے دل میں جو یا رائی کے دانے یا ذرہ برابر ایمان ہوگا اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ نماز میں ناقص ہوں گے ورنہ جو نماز کا پابند ہے اس کا ایمان بہت زیادہ کیا جائے گا کیونکہ نماز کو ایمان پکارا گیا ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ (البقرۃ:١٤٣)

''اور اللہ تعالی ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے۔''

پھر جو شخص یہ کہتا ہے کہ بے نمازی شخص ابدی خلودفی جہنم کا مستحق ہے اوروہ پکا کافر ہے وہ گویا یہ کہتا ہے کہ نمازی شخص کا ایمان بالکل کمزور ہے حتیٰ کہ اس کے اوپر ذرہ برابر یا جو کے بقدر کا اطلاق ہوسکتا ہے ہاں یہ بات درست ہے کہ کچھ دیگر گناہوں کی وجہ سے خود نمازی لوگوں کو بھی جہنم کی سزا ملے گی۔ (العیاذ باللہ) لیکن اس کے متعلق حدیث شریف کا یہ کہنا کہ اس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو کس طرح درست ہوسکتا ہے اور یہ کہنا بھی درست نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے کوئی نیک کام کیا ہی نہ ہو حالانکہ ان بزرگوں کے بقول نماز جیسا نیک عمل ایمان میں نہایت اعلیٰ درجہ رکھتا ہے وہ تو اس کے اندر ضرور ہوگا ورنہ ان کے خیال کے مطابق وہ جہنم سے نہیں نکل سکتا، پھر ایسے عظیم عمل والے کے متعلق حدیث کہتی ہے کہ انہوں نے کوئی نیک کام کیا ہی نہیں ہوگا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔

ان کے علاوہ دیگر کئی احادیث موجود ہیں جن سے بھی واضح ہوتا ہے کہ کتنے ہی انسانوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن معاف فرمادے گا۔ حالانکہ موحد ہونے کے علاوہ انہوں نے کوئی نیک عمل کیا ہی نہیں ہوگا مگر ان تمام احادیث پر ایک مومن کو ایمان لانا ہے کسی کو ترک نہیں کرنا یہ بھی سچ اور وہ بھی سچ ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ شارع علیہ السلام کی ہر بات پر آمنا وصدقنا، سمعنا واطعنا کہیں۔ بہر حال مجموعی طور پر کتنی ہی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے سنگین گناہوں (مثلاً ترک نماز) کے مرتکبین کی بھی بالآخر نجات ہوجائے گی۔

اگر کوئی سورہ مدثر کی یہ آیت پیش کرے گا کہ :

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ (المدثر:٤٨)

''میں ان کو سفارشیوں کی سفارش فائدہ نہیں پہنچائے گی۔''

اور اس آیت سے چند آیات پہلے یہ الفاظ ہیں کہ :

يَتَسَآءَلُونَ ٤٠ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ٤١ مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ٤٢ قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ٤٣ (المدثر: ٤٠تا۴۳)

'یعنی جہنمی کہیں گے کہ ہمیں جہنم اس وجہ سے جانا پڑا ہے کہ ہم بے نمازی تھے، پھر ان کو کوئی شفاعت بھی فائدہ نہیں پہنچاسکے گی۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سورہ مبارکہ میں ہے کہ جہنمی کہیں گے :

لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ (المدثر:۴۳)

''کہ ہم نمازی نہیں تھے۔''

کے ساتھ کچھ اور کام اور غلط اعتقاد بیان کریں گے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ :

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ ٱلدِّينِ (المدثر:۴۶)

''یعنی ہم دنیا میں قیامت کے دن (انصاف کے دن) کو نہیں مانتے تھے۔''

اور ظاہر ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھنا کفر ہے لہٰذا ایسے لوگوں کو شفاعت واقعتاً کچھ فائدہ نہیں دے گی بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں۔ ان آیات سے مجموعی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترک نماز جہنم میں جانے کا سبب ہے تو یہ بات تو مسلم ہے کہ بے نمازی جہنم میں جائیں گے باقی رہا جانے کے بعد نکلیں گے یہ الگ بات ہے، اس کی طرف ان آیات میں کچھ تعرض نہیں۔ یہ مسئلہ دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے یعنی اپنی سزا پانے کے بعد نکالے جائیں گے باقی رہا یہ سوال کہ بے نمازیوں کے مطابق کفر کا اطلاق ہوا ہے اور انتہائی شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟ اس کے متعلق گزارش ہے کہ ایمان چونکہ دل کا فعل ہے اور اعتقادی معاملہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے ہمارے لیے کفر اور ایمان یا کافر اور مومن کے امتیاز کے لیے علامت طور نماز کو مقرر کیا گیا ہے یعنی اگر کوئی نماز پڑھتا ہے تو ہم اسے مسلمان سمجھیں گے اور اپنی مسلم برادری میں اسے شامل رکھیں گے اور اس کے ساتھ عام مسلمانوں جیسا سلوک ومعاملہ کریں گے مگر جب نماز کا تارک ہے تو وہ ہماری اس برادری سے خارج ہے اور ہم اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ وسلوک نہیں کریں گے۔

چونکہ تارک نماز میں یہ احتمالات ہوسکتے ہیں کہ ترک نماز یا تو سستی وغفلت کی بناء پر کر رہا ہے اگرچہ دل میں اسے برا تصور کرتا ہے اور اسے گناہ سمجھتا ہے اور نماز کی فرضیت اور اسلام کے اہم رکن ہونے کا بھی قائل ہے اسی طرح اس کے متعلق یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ وہ شخص سرے سے نماز کی فرضیت کا ہی قائل نہیں اور ترک نماز کو حلال جانتا ہے اس لیے نماز کو محض غفلت کی وجہ سے نہیں بلکہ اسے فرض نہ سمجھنے کی وجہ سے چھوڑتا ہے لہٰذا آخرت میں ان دونوں احتمالات میں سے جو بھی احتمال ہوگا اس کے ساتھ آخرت میں اسی طرح کا سلوک کیا جائے گا۔

پہلی قسم ایمان سے خارج نہیں اور وہ اس سنگین جرم کی سزا پانے کے بعد نجات پائے گا لیکن دوسرا تو کافر ہے لہٰذا اس کے لیے ابدی خلود فی جہنم ہے۔ مگر ہمیں وہی حکم کیا گیا ہے کہ ہم اس کے ساتھ (بے نمازی کے ساتھ) مسلمانوں والا سلوک نہ کریں وہ اس لیے کہ ایسے شخص کے متعلق ہمارے پاس کوئی اور ثبوت نہیں جس کے ذریعے ہم اسے مسلم یا مومن قرار دیں مذکورہ بالا دونوں احتمالات اس کے اندر موجود ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ہمیں یہ کہے کہ میں نماز کو فرض سمجھتا ہوں مگر غفلت اور سستی کی وجہ سے ادا نہیں کرتا پھر بھی ہم اس کی بات پر اعتماد کیسے کریں کیونکہ اس کے اس طرح کہنے میں بھی جھوٹ اور منافقت کا احتمال ہے یعنی ممکن ہے کہ وہ محض اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے لیے جھوٹ بول رہا ہو ورنہ اس کے دل کی کیفیت کچھ اور ہو اور دل کی صحیح کیفیت اور اس میں ایمان ہے یا نہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہمیں کیا علم۔

اس لیے ہمارے لیے اسلام اور ایمان کی ظاہری علامت نماز ہی کو بنایا گیا ہے کیونکہ ہم تو صرف ظاہر پر ہی حکم لگاسکتے ہیں، پھر اگر کوئی نماز پڑھتا ہے ہم اسے مسلمان کہیں گے اگرچہ وہ اندرونی کیفیت میں کافر ہو۔ اس کے متعلق فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا اور جو تارک نماز ہے اسے ہم مسلمان نہیں سمجھیں گے باقی اگر اس کے اندر ایمان موجود ہوگا تو اس کے ساتھ آخرت میں رب تعالیٰ خود ہی فیصلہ فرمائے گا کیونکہ وہاں پر (قیامت کے دن) فیصلہ اصل

حقیقت کی بناء پر ہوگا نہ کہ ظاہر کے اعتبار سے یہی وجہ ہے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کسی شہر یا گاوں پر حملہ کرنے سے پہلے کچھ وقت وہاں رہتے تھے اگر اذان کی آواز آتی تھی تو حملہ کا پروگرام منسوخ کیا جاتا تھا کیونکہ یہ مسلمانوں کا گاوں ہے مگر جب اذان نہیں آتی تھی تو پھر حملہ کا حکم فرماتے تھے کیونکہ وہ مسلمانوں کا گاوں ہی نہیں ۔

مطلب کے بے نمازی پر کفر کا اطلاق یا ترک نماز پر کفر کا اطلاق اس معنی میں ہے کہ نماز ایمان اور کفر میں امتیاز کرنے کے لیے ایک حسی علامت ہے جو اس دنیا میں ہمیں سمجھائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہم جسے ترک نماز کی وجہ سے مسلمان نہ سمجھیں وہ عند اللہ بھی واقعتا مومن نہیں بلکہ ممکن ہے کہ وہ رب تعالی کے نزدیک صاحب ایمان ہوچکا ہے وہ ایمان ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو وہ ایمان آخرت میں ظاہر ہوگا اس دنیا میں تو ہم اسے مسلمان نہیں سمجھیں گے اسی وجہ سے بے نمازی کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں کی جائے گی کیونکہ ہمارے لیے اس دنیا میں مومن اور کافر کی پہچان کے لیے علامت نماز ہی کو قرار دیا گیا ہے یعنی ایسے شخص کو جو کافر قرار دیا گیا ہے وہ اس دنیا کے اعتبار سے ہے اور اس دنیا کے احکامات کے اجراء کے لیے نہ کہ اصلا و واقعتا وہ ضرور بالضرور کافر ہے ۔ اگر ابتدا میں ذکر کی گئی حقیقت کو یاد کریں گے اور دنیا اور آخرت کے معاملات میں تفریق کو دوبارہ ذہن میں لائیں تو میری یہ بات آپ کو باآسانی سمجھ میں آسکتی ہے ۔

**خلاصہ کلام!** کہ بے نمازی ہماری اسلامی برادری سے خارج ہے کیونکہ اس کے اندر ایمان اور اسلام کی ظاہری علامت (نماز) موجود نہیں جو اس کے مسلمان ہونے کے لیے مقرر کی گئی تھی باقی اس کے دل میں ایمان ہے یا نہیں یہ اللہ تعالی جانتا ہے اگر ایمان اس کے دل میں ہوگا تو رب کریم خود ہی اس کے ساتھ معاملہ فرمائے گا چاہے اسے ویسے معاف کردے یا چاہے سزا دے کر پھر معاف کرے وہ خود مختار ہے ہمیں وہاں پوچھنے کی بھی اجازت نہیں :

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ **(الانبیاء:٢٣)**

''اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرتا ہے لیکن ان سے پوچھا جائے گا۔''

بہر حال مجھے یہی بات سمجھ میں آئی ہے اس کے مطابق کسی بھی حدیث کو ترک کرنا لازم نہیں آتا بلکہ سب پر عمل ہوجاتا ہے مزید حقیقت کا علم اللہ تعالی جانتا ہے ۔

*ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب*

## فتاویٰ راشدیہ

### صفحہ نمبر 185

### محدث فتویٰ